عربی لغات میں المنجد کا مقام

(تحقیقی و تنقیدی جائزہ)

سید عبد الغفار بخاری ۞

عربی زبان نہ صرف عربوں سے ربط کا وسیلہ ہے بلکہ مسلمانوں کے دین اور علوم کے دو بنیادی سرچشموں قرآن و حدیث کی زبان ہے۔ عربی زبان کی اسی اہمیت کے پیش نظر امام ابو منصور عبد الملک بن محمد الثعالبی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے:

من أحب الله تعالیٰ أحب رسولها محمدًا ﷺ ومن أحب الرسول العربي أحب العرب ومن أحب العرب أحب العربية التي بها نزل أفضل الكتب على أفضل العجم و العرب، ومن أحب العربية عُني و ثابر عليها و صرف همته إليها. و من هداه الله للإسلام و شرح صدره للإيمان و آتاه حسن سريرة فيه، اعتقد أن محمدًا ﷺ خيرالرسل والإسلام خير الملل، والعرب خير الأمم و العربية خيراللغات والألسنة. والإقبال علیٰ تفهمها من الديانة إذ هي أداة العلم ومفتاح التفقه في الدين وسبب إصلاح المعاش والمعاد۔"[۱]

جو شخص اللہ تعالیٰ سے محبت کرتا ہے وہ آپ کے رسول محمد ﷺ سے محبت کرتا ہے اور جو شخص نبی عربی ﷺ سے محبت کرتا ہے، وہ عرب سے محبت کرتا ہے اور جو عرب سے محبت کرتا ہے وہ عربی زبان سے محبت کرتا ہے، جس میں افضل ترین کتاب، عرب و عجم کے افضل ترین شخص پر نازل فرمائی اور جو عربی زبان سے محبت کرتا ہے وہ اس سے تعلق قائم کرتا ہے اور اس پر مداومت کرتا ہے اور اس کے لیے اپنی توانائیاں صرف کرتا ہے اور جس شخص کو اللہ تعالیٰ اسلام کی ہدایت دیتا ہے، اس کا سینہ ایمان کے لیے کھولتا ہے، اور اسے اس میں بہترین راز دار قرار دیتا ہے۔ وہ یہ اعتقاد کر لیتا ہے کہ محمد ﷺ بہترین رسول ہیں، اور اسلام بہترین مذہب ہے اور عرب بہترین امت ہے اور عربی بہترین زبان ہے اس کی تفہیم پر کمربستہ ہو جانا دین کا حصہ ہے، کیوں کہ یہی علم کا آلہ ہے اور دین میں تفقہ کی کنجی ہے دنیوی اور اخروی اصلاح کا ذریعہ ہے۔

۞ صدر شعبہ علوم اسلامیہ، نیشنل یونی ورسٹی آف ماڈرن لینگویجز (نمل)، اسلام آباد۔
(dr.agbukhari@gmail.com)

۱– ابو منصور عبد الملک الثعالبی، **فقه اللغة و سر العربية** (کراچی: قدیمی کتب خانہ آرام باغ، س۔ن)، ۵۱۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے عہد خلافت میں درس قرآن کریم دینے والوں پر یہ پابندی لگائی تھی کہ وہ عربی لغت سے پوری طرح سے آگاہ ہو اور اس سے واقفیت رکھتا ہو۔[۲] حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا قول ہے:"جب تمھیں قرآن کے کسی لفظ میں اشکال پیش آئے تو اشعار عرب میں اس لفظ کو تلاش کرو، کیوں کہ عربی زبان کی تعبیر اور اس کے معانی کے لیے اشعار عرب ہی معیار ہیں۔"[۳] امام جوہری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "عربی ہی وہ لغت ہے جس کا مرتبہ اللہ تعالیٰ نے بلند فرمایا اور دین و دنیا کے علم کو اس کے ساتھ وابستہ فرما دیا۔"[۴] علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے: "اس میں کوئی شک نہیں کہ عربی لغت کا سیکھنا اور معلوم کرنا دین کی ضروریات میں داخل اور ایک فرض کفایہ ہے۔"[۵] بعض اہل علم نے دو شعروں میں عربی زبان کی ضرورت و فضیلت کو اس طرح بیان کیا ہے کہ:

حفظ اللغات علینا فرض كفرض الصلاة
فليس يضبط دين إلا بحفظ اللغات[۶]

(لغات عربی کو یاد کرنا نماز کی طرح ایک فرض ہے کیوں کہ کسی دین کو بغیر حفظ لغات کے محفوظ نہیں رکھا جا سکتا۔) یہی وجہ ہے عربی لغات کے جمع کرنے والے مؤلفین نے عربی لغت کی اہمیت کے پیش نظر اس بات کی رعایت رکھی ہے کہ دوسرے لغات کے ساتھ اختلاط کی وجہ سے اصل قرآنی عربی میں اشتباہ پیدا نہ ہو، اس لیے انھوں نے صرف ایسے قبائل کی لغت کو بنیاد بنایا ہے، جن کا اختلاط دوسری زبان والوں سے نہ تھا۔ کوفہ بصرہ کے علاوہ کسی شہر کی زبان کو اس لیے سند نہیں مانا کہ ان شہروں میں عجمی زبانوں کا اختلاط پایا جاتا ہے اور جزیرۃ العرب کے سرحدی قبائل، جن کا اختلاط ہندی' فارسی یا حبشی و رومی زبانوں سے تھا، کی زبان کا بھی اعتبار نہیں کیا۔ صرف ان

۲- عبداللہ بن محمد ابن ابی شیبہ، **المصنف** (حیدرآباد: لجنۃ احیاء المعارف النعمانیۃ، س۔ن)، ۲: ۱۶۲۔

۳- ابو عبداللہ محمد بن احمد القرطبی، **الجامع لأحکام القران** (بیروت: دار صادر)، ۵: ۷۴۔

۴- ابو نصر اسماعیل بن حماد الجوہری، **الصحاح تاج اللغة و صحاح العربية** (بیروت: دارالکتب العلمیۃ، س۔ن)، ۱۴۔

۵- عبدالرحمن بن ابی بکر جلال الدین السیوطی، **المزهر في علوم اللغة وأنواعها** (بیروت: دارالکتب العلمیۃ، س۔ن)، ۴۱۴۔

۶- نفس مصدر، ص ن۔

عربوں کی زبان سے عربی لغت کو مدون کیا ہے جو نسل اور زبان کے اعتبار سے خالص عرب تھے اور ان میں بھی زیادہ تر قریش قبائل تھے۔

عربی زبان کی حفاظت کے لیے محدثانہ اصول کا استعمال

مؤلفین لغات نے جن قبائل کی لغت کو اپنی لغات میں مدوّن کیا، انھوں نے وہ بھی محض سنی سنائی باتوں کو جمع نہیں کر دیا، بلکہ علماے حدیث نے جو اصول روایتِ حدیث میں استعمال فرمائے، انھوں نے انھی اصولوں کو پیش نظر رکھا ہے۔ جس طرح نقل کے اعتبار سے سند حدیث مختلف اقسام متواتر، مشہور، عزیز، غریب اور خبر واحد پر مشتمل ہے، انھوں نے بھی نقل لغت میں یہی انداز اختیار کیا۔ یہاں ان انواع کی مختصر وضاحت کی جاتی ہے۔

۱- اخبار آحاد

علماے لغت کا اس پر اتفاق ہے کہ خبر واحد پر مبنی لغت میں اس کے راوی کے حالات پر نظر کی جائے گی؛ اگر وہ اپنے فہم، حافظے، ثقاہت کے اعتبار سے مکمل ہے تو اس کی روایت کو قبول کیا جائے گا، نیز دوسرے حضرات کی اکثریت اس کے مخالف نہ ہو اور اس کی سند بھی متصل ہو؛ تاہم ناقابل اعتبار راویوں اور منقطع سند کو ساقط اور ناقابل اعتبار قرار دیا گیا ہے۔ امام لغت ابن الانباری فرماتے ہیں: "جس طرح حدیث میں منقطع سند کا اعتبار نہیں اسی طرح لغت کی روایت میں بھی منقطع مردود ہے۔"[۷] آگے چل کر فرماتے ہیں: "ناقل لغت کے لیے ضروری ہے کہ ثقہ اور قابل اعتماد ہو جیسے نقل حدیث میں ضروری ہے۔"[۸] ابن فارس رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ: "صرف ان لوگوں کی روایت سے لغت لی جائے گی جن کا صدق و امانت اور ثقاہت معلوم ہو اور جس شخص میں یہ اوصاف مجہول ہوں اس کی نقل کا لغت میں اعتبار نہیں ہو گا۔"[۹] عز الدین ابن عبد السلام رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "ناقلِ لغت کا حدیث کی طرح نقل لغت میں قابل اعتماد ہونا ضروری ہے، مگر فرق صرف اتنا ہے کہ نقلِ

۷- عبد الرحمن بن محمد ابو البرکات ابن الانباری، **لمعة الأدلة** (بیروت: دار الکتب العلمية، س-ن)، ۳۶۔

۸- نفس مصدر، ۶۷۔

۹- احمد بن فارس ابن ذکریا القزوینی، **معجم مقاييس اللغة** (بیروت: دار صادر، س-ن)، ۵۶۔

حدیث میں فاسق کافر کی روایت معتبر نہیں اور نقل لغت میں جاہلیت عرب کے اشعار سے استدلال نہ صرف جائز ہے بلکہ وہی لغت عرب کے لیے اصل اصول ہے اگرچہ وہ غیر مسلم تھے"۔[۱۰]

۲-روایات متواترہ

امام رازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:

لغت اور قواعدِ نحو وصرف کا وہ حصہ جو نزولِ قرآن اور عہد رسالت کے زمانے سے معروف ہے اور تواتر سے نقل کیا گیا ہے، وہ قطعی ہے۔ مثلاً لفظ سماء (آسمان کے لیے) أرض (زمین کے لیے) ماء (پانی کے لیے) نار (آگ کے لیے) قرآن وسنت میں استعمال کیے گئے ہیں اور فاعل کو ہمیشہ مرفوع اور مفعول کو منصوب اور مضاف الیہ کو مجرور پڑھا گیا ہے۔ عربی زبان کے لیے یہ قطعی ہیں اگر کسی زمانے کے عرب، بات چیت بلکہ تحریر وتقریر میں بھی اس کی مخالفت کریں تو عربی میں اس کا کوئی اعتبار نہ ہو گا۔[۱۱]

امام لغت ابن الانباری نے اس موضوع پر تفصیل سے بحث کی ہے: آپ بیان کرتے ہیں کہ: "جو لغات قرآن یا حدیث کی متواتر روایات میں آئی ہیں وہ متواتر اور قطعی ہیں، یعنی جن معانی کے لیے قرآن و حدیث میں استعمال ہوئی ان کے وہی معنی یقینی ہیں، زبان یا زمان کے بدلنے سے ان پر کوئی اثر نہیں پڑ سکتا۔"[۱۲]

۳-موضوع ومصنوع

محدثین کرام نے جس طرح موضوع روایات کو ناقابل اعتبار ٹھہرا کر ان پر تنقید کی ہے، اسی طرح اہل لغت نے اس قسم کے بے اصل الفاظ کو مصنوع قرار دے کے لغت عرب سے الگ کر دیا ہے۔

امام خلیل بن احمد فرماتے ہیں "بعض لوگوں نے عربی لغت میں ایسے کلمات داخل کر دیے ہیں جو کلام عرب میں سے نہیں ہیں، ان سے دھوکا نہ کھایا جائے"۔[۱۳] محمد بن سلام رقم طراز ہیں: "اشعار عرب میں

۱۰- عزالدین عبدالعزیز ابن عبدالسلام، **القوا عد الكبرى الموسوم بقواعد الأحكام في اصلاح الأنام**، ت: نزیہ کمال حماد، عثمان جمعہ ضمیریہ (بیروت: دار القلم، ۲۰۰۰ء)، ۱: ۶۷۔

۱۱- محمد بن عمر فخر الدین الرازی، **المحصول في علم الأ صول** (ریاض: جامعة الإمام محمد بن سعود الإسلامية، س۔ن)، ۸۷۔

۱۲- ابن الانباری، مصدر سابق، ۸۷۔

۱۳- الخلیل بن احمد الفراہیدی، **كتاب العين** (بیروت: دار الكتب العلمية، س۔ن)، ۶۵۔

کچھ ایسے اشعار بھی لوگوں نے شامل کر دیے ہیں جو مصنوع اور موضوع ہیں ان سے کسی کے لیے استدلال جائز نہیں۔'' (۱۴)

۴- مُوَلّد

ایسے الفاظ جو لغت میں اصل عربی زبان کے نہیں ہوتے، بلکہ تغیّر زمان و لسان کے سبب عوام، بلکہ خواص میں زبان زد ہو جائیں، عربی زبان کے علاوہ دوسری زبانوں میں ایسے الفاظ کے لیے یہ اصول بنایا گیا ہے کہ ''غلط العوام صحیح'' یعنی جو غلط لفظ عوام الناس میں عام ہو جائے وہ صحیح سمجھا جائے گا، لیکن عربی لغت کے ماہرین اس پر متفق ہیں کہ لغات مولّدہ کا کوئی اعتبار نہیں۔ فارابی لغاتِ مولّدہ کو عربی زبان سے علاحدہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔''هذه عربية و هذه مولّدة'' یہ عربی اور یہ مولّدہ الفاظ ہیں۔نواب صدیق حسن رحمۃ اللہ علیہ نے ایسے الفاظ پر مشتمل ایک رسالہ بنام **لف القماط على تصحيح بعض ما استعملته العامة من المعرّب و الدخيل و المولد و الأغلاط** مرتب کیا ہے۔

۵-معرّب ودخیل

وہ الفاظ جو اگرچہ اصل عربی زبان کے نہیں تھے، مگر زمانۂ قدیم میں نزولِ قرآن سے پہلے ہی وہ الفاظ عربی لغت میں مشہور و معروف ہو کر عربی زبان کے مثل ہو گئے، وہ باتفاق اہل لغت عربی کا جز شمار ہوں گے۔ اب انھیں غیر عربی کہنا مجاز ہی ہو گا۔

معلوم ہوا کہ لغت عرب کی تصنیف و تالیف میں اس فن کے علمانے نہ صرف ایسے قبائل کا انتخاب کیا جو نسل اور زبان کے لحاظ سے خالص عرب تھے، بلکہ وہ محدثانہ اصول پر سختی سے کاربند رہے ہیں؛ کیوں کہ عربی زبان صرف زبان کی حیثیت سے مطلوب نہیں، بلکہ مسلمانوں کے لیے عربی زبان کی تعلیم کا فرض ہونا اور اس کی حفاظت کرنا اس لیے ضروری ہے کہ یہ قرآن و سنت کی زبان ہے، نیز عربی زبان میں اشتغال صرف ایک زبان کا اشتغال نہیں ہے، بلکہ یہ ایک دینی فریضہ اور عبادت کی حیثیت رکھتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ علماے لغت نے لغت نویس کے لیے وہی آداب و شرائط مقرر کی ہیں جو ایک مفسر، محدّث، فقیہ اور مفتی کے لیے ضروری ہیں۔

۱۴- محمد بن سلام الجمحی، **طبقات فحول الشعراء**، ت: محمود محمد شاکر (جدہ: دار المدني)، ۵۵۔

عربی لغات کی انواع

عربی زبان میں مختلف نوعیتوں اور اعتبارات کے لحاظ سے لغات مرتب کی گئی ہیں جن کی تفصیل حسب ذیل ہے:

۱- وہ لغات جو عربی رائج کلمات کے معانی بیان کرتی ہیں، کیوں کہ ہر لفظ کے کچھ اصلی معنی ہیں اور اس اصلی معنی سے پھر متعدد الفاظ و معانی مشتق ہوتے ہیں۔ گویا عربی کلمات میں ایک لفظ کے مشتقات اصلی معانی پر اختتام پذیر ہوتے ہیں، نیز یہ اصلی معنی اپنے تمام مشتقات میں پایا جاتا ہے۔ اس بات کا ذکر خود ابن فارس نے اپنی کتاب کے مقدمے میں ان الفاظ میں کیا: "إِنَّ لِلُغَةِ العرب مقاييسَ صحيحةً، و أصولًا تتفرّع منها فروع. وقد أَلَّف النَّاسُ فى جوامع اللغة ما ألفوَّا، و لم يعرُبوا فى شيٍ من ذلك عن مقياس من تلك المقاييس، و لا أصل من الأصول." (۱۵) (بے شک عربی زبان میں صحیح پیمانے اور ایسے اصول (میزان) موجود ہیں جن سے کئی فروعات نکلتی ہیں۔ لوگوں نے جامع لغات میں بہت سی کتب تالیف کی ہیں لیکن ان میں انھوں نے ان پیمانوں اور اصولوں کو بیان نہیں کیا ہے۔) اس نوعیت کی نمائندہ کتب لغت میں، **کتاب العین** از خلیل بن احمد فراہیدی (وفات: ۱۷۵ھ)، **تہذیب اللغة** از الازہری (وفات: ۳۷۰ھ)، **الصحاح** از الجوہری (وفات: ۳۹۳ھ) اور **لسان العرب** از ابن منظور (وفات: ۷۱۱ھ) ہیں۔

۲- وہ لغات جن میں ہر لفظ کا اصلی معنی بیان کیا گیا ہے۔ اس اعتبار سے بہترین معروف معجم ولغت **معجم مقاييس اللغة** از احمد بن فارس (وفات ۳۹۵ھ) ہے۔

۳- وہ لغات جن میں عربی الفاظ کے حروف کی صفات، مخارج اور حروف کے اصلی و زائد ہونے کے اعتبار سے بحث کی گئی ہے۔ **الجمهرة** از ابو بکر محمد بن حسن ابن درید (وفات: ۳۲۱ھ) کی ہے جو کہ "ابن دُرَید" کے عنوان سے معروف ہیں۔

۴- وہ لغات جن میں عربی کلمات میں واقع ہونے والی اغلاط کو بیان کرتے ہوئے الفاظ کے معانی خاص ترتیب اور شرائط کے ساتھ بیان کیے جائیں۔ اس طرز کی نمائندہ کتاب **المنطق** از ابن

۱۵- ابن فارس، نفس مصدر، ۱: ۳۔

السکیت یعقوب ابو یوسف(وفات:۲۴۴ھ) ہے۔ ابن سکیت نے عربی کلمات میں واقع ہونے والی اغلاط کو بیان کرتے ہوئے الفاظ کے معانی خاص ترتیب اور شرائط کے ساتھ بیان کیے۔ انھوں نے ایک باب میں وہ تمام الفاظ جمع کیے جو ایک وزن رکھتے ہیں، لیکن مختلف معانی میں استعمال ہوتے ہیں۔ اسی طرح وہ الفاظ جو ایک معنی رکھتے ہیں، لیکن مختلف اوزان کے حامل ہیں، ان کو بھی ابن سکیت نے تحقیق کے ساتھ بیان کیا ہے۔

۵- وہ لغات جن میں عرب معاشرے میں رائج نامانوس اور اجنبی کلمات کے معانی بیان کیے گئے ہیں، اس پر بہترین کتاب **النهاية في غريب الحديث والأثر** از ابن اثیر الجزری (وفات:۶۳۰ھ) ہے۔

۶- وہ لغات جن میں صرف قرآن کریم کے کلمات کی تحقیق پیش کی گئی ہے۔ اس موضوع پر بہترین کتاب راغب الاصفہانی (وفات:۵۰۲ھ) کی تالیف **المفردات في غريب القرآن** ہے۔

۷- وہ لغات جن میں صرف احادیث مبارکہ کے معانی بیان کیے گئے ہیں۔ کتاب **غريب الحديث** اور **مصنّف الغريب** اس کی مثالیں ہیں جو ابو عبیدہ القاسم بن سلام (وفات: ۲۲۴ھ) کی تصانیف ہیں۔

۸- وہ لغات جن میں ایک جیسے کلمات کے درمیان فرق کو بیان کیا گیا ہے۔اس سلسلے **الفروق اللغوية** از الحسن بن عبداللہ ابو الہلال العسکری، **قاموس المترادفات و المتجانسات** از رفائیل نخلہ الیسوعی قابل ذکر ہیں۔

۹- وہ لغات جو فقہی و اصولی اصطلاحات پر مشتمل ہو۔ جیسے محمد محمد داؤد کی **معجم التعبير الاصطلاحي في العربية المعاصرة.**

۱۰- وہ لغات جو علاقہ جات کے نام اور ممالک کے تعارف کے لیے مرتب کی گئیں۔ اس سلسلے میں یاقوت حموی(وفات: ۶۲۶ھ) **معجم البلدان** معروف ہے۔

کتاب المنجد: امتیازات وملاحظات

المنجد کے مؤلف

المنجد کے مؤلف لوییس معلوف ہیں جو ایک عیسائی راہب تھے، اور ۱۸۶۷ء کو لبنان کی زحلہ نامی بستی میں پیدا ہوئے، انھوں نے ابتدائی تعلیم یسوعیہ کالج بیروت میں حاصل کی۔ عربی زبان کے نامور علما میں آپ کا شمار

ہوتا ہے۔ بہت سی لغات میں مہارت حاصل کرنے کے بعد ۱۹۰۶ء کو واپس لبنان لوٹے اور تئیس برس تک ادارہ مجلس البشیر کی سرپرستی کی اور بشیر نامی پرچہ کی ترتیب و تحریر کے فرائض بھی سرانجام دیے۔ ۱۹۰۸ء میں کو عربی لغت میں اپنی شہرہ آفاق تالیف **المنجد** مکمل کی اور ۱۹۴۶ء کو وفات پائی۔[۱۶]

المنجد کے مختلف ایڈیشن

المنجد پہلی مرتبہ ۱۹۰۸ء کو مطبعة الآباء اليسوعيين سے شائع ہوئی اور سات سو سینتیس (۷۳۷) صفحات پر مشتمل تھی۔ اس کے بعد متعدد بار شائع ہوئی۔ ۱۹۶۵ء کو اس کا سترھواں ایڈیشن بعنوان **المنجد في اللغة و الآدب والعلوم** شائع ہوا جس میں ایک عیسائی زاہد (مذہبی راہ نما) الأب فرنارد توئل اليسوعي نے قسم اعلام کا اضافہ کیا۔ ۱۹۷۸ء کو اس کا تئیسواں ایڈیشن بعنوان **المنجد في اللغة والأعلام** شائع ہوا اور کرم البستاني، الاب بولس موتراد اور انطوان نعمۃ جیسے اساتذۂ لغت نے اس پر نظر ثانی کی۔ اسی ایڈیشن کے نوسو چھیاسٹھ (۹۶۶) صفحات لغت، دس سو چودہ صفحات فرائد ادب (ادب پارے) اور آٹھ سو (۸۰۰) صفحات اعلام کے لیے خاص کیے گئے ہیں۔ مزید برآں ایک سو بتیس (۱۳۲) رنگین تختیاں اڑسٹھ (۶۸) جغرافی نقشے، انتالیس (۳۹) رنگین نقشے، بتیس (۳۲) ٹائم ٹیبل، تیرہ سو بیس (۱۳۲۰) خاکے یا اشکال ہیں۔ المنجد میں اعلام کے بارے میں دس ہزار چھے سو (۱۰۶۰۰) پر بحث کی گئی ہے جن میں سے پانچ ہزار نو چالیس (۵۹۴۰) عالم اسلامی کے بارے میں ہیں۔

المنجد پر نظر ثانی

لغت پر کرم البستاني، الأب بولس موتراد، عادل أنبوبا، انطوان نعمہ جب کہ قسم اعلام پر بولس برادرز، سلیم رکاش، لویس عجیل اور میشال مراد نے نظر ثانی کی ہے۔

المنجد کے اختصارات

المنجد کے بعض اختصارات بھی ہیں جن میں **المنجد الأبجدي** اور **منجد الطلاب** ۱۹۶۸ء میں شائع ہوئے، جب کہ **المنجد الأعدادي، المنجد المصور للأطفال** ۱۹۶۹ء میں شائع ہوئی۔

۱۶– عمید الزمان کیرانوی، مقدمہ **القاموس الوحید** (کراچی: ادارہ اسلامیات، ۲۰۰۱ء)، ۴۷۔

المنجد کا نظام ترتیب

علماے لغات نے اپنی کتب لغات کو مختلف انداز سے مرتب کیا ہے۔ لغت کی سب سے پہلی کتاب **العین** ہے جو مشہور نحوی الخلیل بن احمد کی تصنیف ہے۔ اس میں انھوں نے طبعی ترتیب کی رعایت کر کے ان حروف کو مقدم کیا ہے جن کی ادائی حلق سے ہوتی ہے، پھر ان حروف کو جو زبان اور تالو سے نکلتے ہیں پھر ان حروف کو جو نوک زبان اور ہونٹوں سے نکلتے ہیں۔ حروف حلقی میں حرف عین کو اس لیے مقدم کیا ہے کہ وہ حلق کے بالکل آخری حصے سے نکلتا ہے۔ اس بنا پر انھوں نے اپنی کتاب کا نام **العین** رکھا ہے۔(۱۷)

فطری اعتبار سے یہ ترتیب بہت مناسب تھی، لیکن قاری کے لیے اس میں بہت زیادہ مشکلات تھیں، اس لیے بعد کے مصنفین نے اپنی کتاب حروف تہجی کے لحاظ سے مرتب کیں۔ پھر ان میں بعض حضرات نے آخری اصلی حرف کا اعتبار کر کے ابواب کی ترتیب قائم کی اور ابتدائی اصلی حرف کو ان کی فصول قرار دیا۔ مثلاً اگر ''وھب'' کو تلاش کرنا ہے تو وہ باب الباء اور فصل الواو میں ملے گا۔ اس طریقے کو امام الجوہری نے **تاج اللغة و صحاح العربية** میں، ابن منظور نے **لسان العرب** میں اور الفیروز آبادی نے **القاموس المحيط** میں اختیار کیا ہے، جب کہ بعض مصنفین نے ابتدائی حرف کو اصل ابواب قرار دے کر آخری حرف کو فصل بنایا ہے۔ اس طریقے کو احمد بن فارس نے **المقاييس والمجمل** میں، امام زمخشری نے **أساس البلاغة** میں، احمد بن محمد الفیومی نے **المصباح المنير** میں اور الأب لوییس معلوف نے **المنجد** میں اختیار کیا ہے۔

المنجد کی علمی خصوصیات

المنجد کی بہت سی خصوصیات ہیں جس میں درج ذیل قابل ذکر ہیں:

۱- مقدمۂ کتاب

کتاب کے شروع میں ایک جامع مقدمہ ہے جس میں علم لغت اور علم صرف کے بارے میں اصول و ضوابط بیان کیے گئے ہیں۔

۱۷- ابراہیم محمد، **المعاجم اللغوية** (مصر: دار المعرفة، س-ن)، ۱۳۔

۲- سہل اندازترتیب

المنجد کا ایک امتیازی وصف یہ ہے کہ اس کے مؤلف نے جدید مزاج کی رعایت کے پیش نظر عربی لغت کو ایسے انداز پر مرتب کیا ہے جس سے مطلوبہ مواد تک رسائی انتہائی آسان ہے، جیسا کہ **المنجد** کے نظامِ ترتیب سے معلوم ہو چکا ہے۔

۳- رموز واصطلاحات کا استعمال

اختصار کی غرض سے کچھ رموز و اصطلاحات کا استعمال کیا گیا ہے مثلاً فا سے مراد اسم فاعل، مفع سے اسم مفعول، ج سے جمع، جج سے جمع الجمع، مص سے مصدر، م سے مؤنث، ض سے باب ضرب یضرب، ن سے نصرینصر، ف سے فتح یفتح، س سے سمع یسمع، ک سے کرم یکرم، ح سے حسب یحسب۔[۱۸]

۴- اختصار عبارت کا اہتمام

اختصار عبارت کا اہتمام اگرچہ متقدمین کی کتب میں پایا جاتا ہے، تاہم صاحب **المنجد** نے اس کی طرف بہت زیادہ توجہ کی ہے، یہی وجہ ہے کہ **المنجد** کا حجم نہایت مناسب اور ایک ہی جلد پر مشتمل ہے۔

صاحب **المنجد** نے پوری طرح سے اختصار عبارت کا اہتمام کیا ہے۔ مثلاً لفظ **جرح** کے تمام تر استعمالات کو چند سطروں میں نہایت ہی واضح طور پر بیان کیا ہے۔[۱۹]

۵- جدید طرز اور تصاویر

المنجد مختلف رنگوں سے مزین ہے اس کتاب میں درختوں، جانوروں، پرندوں، حشرات، نباتات وغیرہ اور وسائل مواصلات، آلات حرب، اسلحہ، ادوات توقیت، ماپ و تول اور پیمائش کے آلات، تعمیری نقشوں کی تصاویر دی گئی ہیں۔ جدید آلاتِ موسیقی وغیرہ کے نقشے دیے گئے ہیں جن کی بدولت **المنجد** کو قبولِ عام حاصل ہے۔

۱۸- لویس معلوف، **المنجد في اللغة**، مقدمہ (بیروت: دار الملایین، س-ن)، ۴۹۴۔

۱۹- نفس مصدر، ۸۶۔

۶- جدید الفاظ و محاورات کا استعمال

المنجد میں کلمات جدیدہ اور نت نئے محاورات کا بھی بہت زیادہ استعمال کیا گیا ہے۔**المنجد** کے آخر میں فرائد الأدب في الأدب و الأمثال والأقوال السائرہ عند العرب کے نام سے مفید اضافہ کیا گیا ہے۔[۲۰]

۷-المنجد کا اردو ترجمہ

مولانا ابو الفضل بلیاوی رحمۃ اللہ علیہ نے جب **مصباح اللغات** مرتّب کی تو اس کی بنیاد درالاصل **المنجد** ہی تھی۔انھوں نے **المنجد** کو سامنے رکھتے ہوئے اس میں کثیر تعداد میں **المنجد** کے الفاظ حذف کر کے بعض اضافے کر دیے تھے اور اس کو **مصباح اللغات** کا نام دیا تھا۔ بعد ازاں مولانا عبد الستار فاضل ریاض یونی ورسٹی نے **المنجد** کو اس کی اصل حالت میں ترجمہ کیا۔ **مصباح اللغات** میں ان حذف شدہ الفاظ کو نئے سرے سے ترجمہ کروا کر شامل کر دیا ہے جب کہ ان کے اضافہ جات کو خارج کر دیا ہے، یوں **المنجد** اپنی اصلی شکل میں مکمل ہوگئی ہے۔ علاوہ ازیں **المنجد** کے آخری ایڈیشن میں جدید عربی کے جو الفاظ ہیں، ان کا ترجمہ بھی شامل کر دیا گیا ہے جو اس نسخے کی اہمیت کو دو چند کر دیتا ہے۔ اس کے علاوہ اہل عرب کے ہاں روز مرّہ، محاورے اور ضرب الامثال کا مختصر اور جامع ترجمہ بھی دیا گیا ہے۔ یہ لغت دارالاشاعت کراچی سے بھی مزید اضافات کے ساتھ طبع ہو چکا ہے جس میں اس بات کی صراحت ہے کہ مؤلف لوئیس معلوف پادری نے اسلامی مصطلحات کی تعریف میں عیسائی نظریات شامل کر دیے تھے اور ان کا ازالہ بھی کر دیا گیا ہے۔

۹-مختلف ایڈیشن

المنجد عربی معاجم میں سب سے زیادہ چھپنے والی کتاب ہے۔ اب تک اس کے کم و بیش اکتالیس ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں جو اس کی مقبولیت کا ثبوت ہے۔

۲۰- نفس مصدر، ۹۷۰۔

المنجد کے قابل گرفت امور پر مختلف کتب و مقالات

یوں تو بہت سے علمائے کرام نے المنجد کی تحریفات، علمی و تاریخی غلطیوں، مصنف کی متعصبانہ ذہنیت اور تاریخ اسلام پر لگائے گئے بہتان کا پردہ چاک کیا ہے جن کا احاطہ کرنا یہاں ممکن نہیں، تاہم اُن میں سے بعض علمائے کرام کی تصنیفی خدمات کا سرسری بیان کرنے کے بعد المنجد کے قابل گرفت امور کی نشان دہی کی جائے گی۔

۱- عثرات المنجد تحریفا و أغالیطه از شیخ ابراہیم القطان

یہ کتاب اسم با مسمی ہے اور اِنتہائی جامع ہے۔ ۶۶۴ سے زائد صفحات پر مشتمل ہے جس میں مؤلف نے بالتفصیل المنجد کے قابل گرفت امور (جو کہ ۴۳۴۱ ہیں) کی نشان دہی کی ہے۔ یہ کتاب ۱۳۹۲ھ کو پہلی مرتبہ شائع ہوئی۔

۲- کتاب النزعة النصرانية في قاموس المنجد از ابراہیم عوض

یہ کتاب پچاس صفحات پر مشتمل ہے۔ مؤلف نے اِس میں صاحب المنجد کے عیسائیت کی طرف رجحان کو نمایاں کیا ہے۔

۳- سلسلۂ مقالات از استاذ منیر العمادی

مؤلف نے المنجد کے نقائص و عیوب کو واضح کرنے کے لیے تین مقالہ جات تحریر کیے ہیں۔ یہ تینوں مقالے مجلة مجمع اللغة العربية اور مجلة المعرفة دمشق میں شائع ہو چکے ہیں۔

۴- مجموعہ مقالات از علامہ عبد اللہ کنون سیکرٹری جنرل علمائے مغرب

انھوں نے بہت عمدہ طریقے سے المنجد کی غلطیوں کا پردہ چاک کیا ہے۔ مؤلف کے یہ مقالہ جات مجلہ دعوة الحق میں شائع ہوئے ہیں۔

۵- أضرار المنجد الأبجدي از استاذ سعید الأفغانی

۱۳۸۹ء کو قسم اللغة العربية کے رئیس (استاذ سعید الافغانی) نے المنجد الأبجدي کے نقصانات کے حوالے سے ایک رپورٹ تیار کر کے لجنة التأليف والترجمة و النشر کے رئیس کی طرف اِرسال کی اس میں انھوں نے اس کے نقائص و عیوب پر پُر مغز گفت گو کی۔

۶–مقالات از استاذ عبد الستار فرج

ان مقالات میں انھوں نے **المنجد** میں تحریفِ اسما، تاریخی حقائق میں ہیر پھیر، ترجے کی اغلاط وغیرہ کو متعدد امثلہ کے ساتھ واضح کیا ہے، نیز انھوں نے بیان کیا ہے کہ **المنجد** کے مؤلف نے مصادر اصلیہ کی طرف سرے سے رجوع نہیں کیا اور بہت سی عربی اور اسلامی شخصیات کے ذکر سے صرفِ نظر ہے۔ ان مقالات میں سے دو مقالہ جات **مجلة العرب** میں شائع ہوئے ہیں۔

المنجد کے نقائص و عیوب

پہلے بیان کیا جا چکا ہے کہ **المنجد** کے قابل اعتراض اور قابلِ گرفت امور پر بہت سے علما نے کتب اور مقالات لکھے ہیں۔

ذیل میں انھی اغلاط، تحریفات اور عیوب کو اختصاراً بیان کیا جاتا ہے۔

۱– عیسائی عقائد و اصطلاحات کا پرچار

مؤلف نے مختلف لغت کے ترجے اور مفہوم میں مناسبت اور بغیر مناسبت کے عیسائی عقائد اور اصطلاحات کو زبردستی شامل کیا ہے۔ عیسائی ذرائع ابلاغ، مجلات، گرجا گھروں، مذہبی تہواروں، پادریوں اور عیسائی مذہبی رہ نماؤں کا جابجا ذکر کیا گیا ہے۔

ع ذ ر کے مادے کے تحت لفظ عذراء کے معنی بیان کرتے ہوئے رقم طراز ہیں: "لقب السيدة مريم والدة الإله المتجسد"[۲۱] (عذراء لقب ہے حضرت مریم علیہا السلام کا جو والدہ ہیں جسمانی خدا کی۔) (نعوذ باللہ)

اللہ تعالیٰ کو متجسد یعنی جسمانی کہنا ایک نہایت نامعقول بات ہے کیوں کہ جسم حادث اور فانی ہونے کی علامت ہے اور جو فانی ہو وہ الہ نہیں ہو سکتا ہے۔ یہ مسلمانوں کا عقیدہ نہیں ہے۔ لغت کے ترجے میں اس بے بنیاد عقیدے کو داخل کرنے کا کیا جواز ہے؟ صرف حضرت مریم علیہا السلام کا لقب ہونے کی ادنی مناسبت سے ان کے بیٹے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق اپنے عیسائی عقیدے کو لغت کا حصہ بنا کر عیسائی نظریے کا پرچار کرنا ہے۔ پھر وہ لفظ عذراء کا ترجمہ بھی نہیں ہے، بعد کے نسخوں میں محل نظر الفاظ (والدة الإله المتجسد) کو حذف کر دیا گیا ہے۔

۲۱– **المنجد**، ۴۹۴۔

اسی طرح م س کے مادے کے تحت لفظ مسیح کے تحت بیان کرتے ہیں:"المسيح جمعه مُسحاء و مسحىٰ: الممسوح بالدهن لقب الرب يسوع ابن الله المتجسد." (۲۲) مسیح کی جمع مسحاء اور مسحیٰ ہے ممسوح اس چیز کو کہا جاتا ہے جس پر تیل ملا جائے۔ یہ (نعوذ باللہ) لفظ مسیح رب یسوع کا لقب ہے جو اللہ کے جسمانی بیٹے ہیں۔ بعد ازاں "لقب الرب يسوع ابن اللإله المتجسد" کو حذف کر دیا گیا ہے۔

ص ل کے مادے میں لفظ صلیب کے معنی لوییس معلوف یوں بیان کرتے ہیں۔"الصليب ج صلبان و صلب: العود المكرم الذي صلب عليه السيد المسيح." (۲۳) (صلیب کی جمع صلبان اور صلب آتی ہے اس سے مراد وہ مقدس لکڑی ہے جس پر حضرت مسیح علیہ السلام کو سولی دی گئی تھی۔) جو لکڑیاں حضرت مسیح علیہ السلام کے قتل کرنے اور توہین و ایذا کے لیے ان کے دشمنوں نے استعمال کیں وہ مقدس کیسے ہو گئیں؟ ان کے عقیدے کے مطابق اگر آپ کو سولی دی گئی ہے تو ان لکڑیوں کو تو انتہائی منحوس ہونا چاہیے تھا۔ ہمیں یہاں اسلام اور عیسائیت کے عقائد پر گفت گو مقصود نہیں سوال یہ ہے کہ لفظ صلیب کے لغوی معنی میں تقدس کا مفہوم داخل ہے؟ یا لفظ صلیب کے مفہوم میں یہ عیسائی عقیدہ شامل ہے کہ حضرت عیسی علیہ السلام کو سولی پر چڑھایا گیا ہے۔

۲۔اسلامی شخصیات اور مقامات کے ذکر سے گریز

صاحب **المنجد** نے ایک طرف تو بیان لغت کے پردے میں ادنی سی مناسبت تلاش کر کے عیسائی عقائد کا خوب پرچار کیا ہے، لیکن دوسری طرف جانب داری اور تعصب کے تحت پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم اور دوسرے اسلامی مشاہیر کا تذکرہ نہیں کیا۔ مادہ ح م میں لفظ احمد اور محمد کا تو ذکر کیا ہے، لیکن یہ بتانے کی ہمت نہ ہوئی کہ دنیا میں یہ لفظ کسی ہستی کا نام بھی ہے۔(۲۴) اس طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نام کے ساتھ صلی اللہ علیہ وسلم لکھا گیا اور نہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے نام کے ساتھ رضی اللہ عنہم لکھنا گوارا کیا۔ مزدلفہ، منی، یثرب وغیرہ ایسے معروف و مشہور مقامات ہیں کہ کوئی صاحب لغت ان سے اغماض نہیں کر سکتا، مگر صاحب **المنجد** نے ان مقامات کا ذکر کرنے سے مکمل اجتناب کیا ہے۔

۲۲۔ نفس مصدر، ۷۶۰۔

۲۳۔ نفس مصدر، ۴۳۱۔

۲۴۔ نفس مصدر، ۱۵۲۔

۳-اسلامی تاریخ سے بے خبری اور فاش غلطیاں

مثال نمبر ۱

المنجد میں ابوسفیان بن امیہ کے بارے میں یوں بیان کیا گیا ہے: "سفیان (أبو) ابن أمية القرشي تاجر عادى النبي(ﷺ) و حاربه في بدر و أحد وقاد جناحا من الجيش الكبير الذي ذهب لحصار المدينة في وقعة مؤتة ثم اعتزل الحرب و صالح محمدًا في معاهدة الحديبية وسلمة مكة توفين نحو ٦٥٢ھ." [۲۵] (ابوسفیان بن امیہ قرشی ایک تاجر تھے جنھوں نے آں حضرت ﷺ سے بدر اور احد میں جنگ کی، غزوہ موتہ میں لشکر کے ایک حصے کی کمان کی اور مدینہ کا حصار کیا بعد ازاں جنگ سے علاحدگی اختیار کی اور حدیبیہ کے معاہدے میں آں حضرت ﷺ سے صلح کر لی اور مکہ میں اسلام قبول کیا اور ۶۵۲ھ کو وفات پائی۔)

اس مختصر سی عبارت میں کتنی غلطیاں کی گئی ہیں؟ ملاحظہ ہوں:

۱- ابوسفیان رضی اللہ عنہ کی پہچان قریش کے سردار کی تھی نہ کہ وہ صرف ایک تاجر تھے۔

۲- ابوسفیان رضی اللہ عنہ معرکۂ بدر میں حاضر نہیں تھے، کیوں کہ شام سے آنے والے قافلے کی کمان آپ کے ہاتھ میں تھی اور آپ مکہ بھاگنے میں کام یاب ہو گئے تھے۔

۳- ابوسفیان رضی اللہ عنہ نے غزوۂ موتہ میں نہیں، بلکہ غزوۂ خندق میں مدینہ کا حصار کیا تھا۔ غزوہ خندق پانچ ہجری اور غزوہ موتہ آٹھ ہجری میں ہوا۔ دونوں میں مکان اور زمان کے لحاظ سے بہت فرق ہے۔

۴- کتب سیرت میں صلح حدیبیہ کے معاہدے پر ابوسفیان رضی اللہ عنہ کا تذکرہ نہیں ہے، بلکہ اس میں مشرکوں کی طرف سے سہیل بن عمرو اور آں حضرت ﷺ کے مابین معاہدہ طے پایا تھا۔

مثال نمبر ۲

اسی طرح لفظ حراء کے بیان میں لکھا ہے: "جبل في جزيرة العرب شمال شرقي مكة فيه غار اختفى فيه النبي(ﷺ) في عودة من الطائف حتى استطاع دخول مكة بعد الهجرة." [۲۶]

۲۵- دیکھیے: **المنجد في الأعلام**، حرف السين، ۲۵۶۔

۲۶- نفس مصدر، ضمیمہ اعلام ومقامات۔

(حراء جزیرۃ العرب کا ایک پہاڑ مکہ کے شمال مشرق میں واقع ہے جس میں ایک غار ہے جہاں آپ ﷺ طائف سے لوٹنے کے وقت چھپے تھے، پھر ہجرت کے بعد مکہ میں داخل ہوئے۔)

یہاں انھیں غار ثور سے غلط فہمی ہوئی ہے۔ جس میں آں حضرت ﷺ ہجرت کے وقت چھپے تھے۔ تاریخ کا ایک ادنی طالب علم بھی ایسی بڑی غلطی نہیں کر سکتا ہے۔ غار حرا تو اس غار کا نام ہے جس میں آپ ﷺ قبل از نبوت عبادت کیا کرتے تھے اور پھر مکہ واپس آجاتے تھے۔ اس وقت اہل مکہ آپ کو صادق وامین کے لقب سے پکارتے تھے، کوئی ایک شخص بھی آپ کا مخالف نہ تھا جس سے آپ ﷺ کو چھپنے کی نوبت آتی۔

۴-اساسی مصادر کا عدم استعمال

المنجد کو بنیادی کتب لغات میں شمار کرنے کے دعوے دار اس اہم حقیقت سے بھی ناآشنا ہیں کہ اس میں اسلامی علوم واصطلاحات کی تشریح میں بنیادی اسلامی مصادر کی طرف رجوع نہیں کیا گیا ہے، بلکہ عیسائی مصادر پر اعتماد کیا گیا۔

۵- ناقص تعریفات

صاحب **المنجد** نے اکثر اصطلاحات کی تعریف ناقص بیان کی ہے۔ مثلاً علم فقہ کی تعریف یوں بیان کی گئی ہے: "علم تطبیق الأحکام الشرعیة المستخرجة بالاجتهاد من القرآن و الحدیث علی الأعمال البشریة و الدنیویة." [۲۷] (شرعی احکام کو جو اجتہاد کے ذریعہ قرآن اور حدیث سے مستنبط ہوتے ہیں انسانی اور دنیاوی اعمال پر منطبق کرنے کو علم فقہ کہتے ہیں۔) اور علم کلام کی تعریف ملاحظہ کریں: "علم القواعد الشرعیة المکتسبة عن الأدلة." [۲۸] (شرعی قواعد کا علم جو ادلہ سے اخذ کیے جائیں۔) اور عدت کی تعریف کرتے ہیں: "أیام حزنها علی الزوج." [۲۹] (خاوند پر غمگینی کے ایام۔)

ان تعریفات کو کون صاحب علم درست قرار دے سکتا ہے۔

۲۷- نفس مصدر، مادہ فقه۔

۲۸- نفس مصدر، مادہ کلام۔

۲۹- نفس مصدر، ۴۹۰۔

۶- گذشتہ انبیاورسل پر افترا

حضرت آدم کے بارے میں لکھا ہے کہ: "الإنسان الأول وأبو الجنس البشري، و عصى آدم وحواء أوامر الله فطردا من جنة الفردوس ولكنهما وعدا بمخلص هو المسيح."[۳۰] (پہلا انسان اور انسانی نسل کا باپ آدم علیہ السلام اور حوا علیہا السلام نے اللہ تعالی کے حکم کی نافرمانی کی اور جنت الفردوس سے نکالے گئے، لیکن ان دونوں کو مسیح علیہ السلام کی صورت میں نجات دھندہ ملنے کا وعدہ کیا گیا ہے۔) یہاں ملاحظہ کیجیے کہ صاحب **المنجد** نے آدم علیہ السلام کی غلطی کو ذکر کرنے کے کیا معنی ہیں۔

جسے اللہ تعالی نے معاف فرمایا دیا تھا ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿**فَتَلَقّٰۤی اٰدَمُ مِنْ رَّبِّهٖ كَلِمٰتٍ فَتَابَ عَلَيْهِ**﴾[۳۱] حضرت آدم علیہ السلام بھی اپنے رب سے کلمات حاصل کیے تو اللہ نے ان کی توبہ قبول کر لی اور پھر کہ یہ دعویٰ بھی کیا گیا ہے کہ انھیں حضرت مسیح بطور نجات دھندہ کا وعدہ دیا گیا ہے۔اس طرح حضرت حواء علیہا السلام پر تہمت لگائی ہے کہ "بأنها أغوت أدم"[۳۲] (حوا علیہا السلام نے آدم علیہ السلام کو گم راہ کیا ہے۔) حضرت داوٗد علیہ السلام کے بارے میں **عہد قدیم** کے حوالے سے کہتے ہیں کہ انھوں نے (نعوذ باللہ) اپنے کمانڈر اوریا کو اس لیے قتل کروایا تا کہ آپ ان کی بیوی سے خود شادی کر لیں۔[۳۳] سب کچھ افترا ہے۔ جن کی بنیاد اسرائیلی روایات پر ہے جو کہ ہماری شریعت سے متصادم ہیں ان کا کچھ اعتبار نہیں کیا جا سکتا۔

۷- گذشتہ رسولوں اور انبیا کا انکار

حضرت نوح علیہ السلام کو پہلے رسول کے بجائے انھیں تورات کے قدیم ترین شخص قرار دیا ہے۔[۳۴] اس طرح حضرت لوط علیہ السلام کو رسول تسلیم نہیں کیا، بلکہ انھیں حضرت ابراہیم علیہ السلام کا بھانجا قرار دیا ہے۔[۳۵] حضرت

۳۰- نفس مصدر۔

۳۱- القرآن ۲: ۳۷۔

۳۲- **المنجد في الأعلام**، ۲۲۶۔

۳۳- نفس مصدر، ۲۴۰-۵۶۸۔

۳۴- نفس مصدر، ۴۹۷۔

۳۵- نفس مصدر، ۵۷۹۔

سلیمان علیہ السلام کو بھی نبوت سے موصوف نہیں کیا، بلکہ انھیں حکیم سے متصف کیا گیا ہے اور حضرت لقمان علیہ السلام کو نبی قرار دیا گیا ہے، جب کہ صحیح قول کی رو سے آپ نبی نہیں تھے بلکہ دانا اور حکیم تھے۔[٣٦]

٨- قاری پر عیسائی ذوق مسلّط کرنا

عیسائیوں کے اس ذوق کے پس منظر میں بہت سے عوامل کار فرما نظر آتے ہیں جن میں سر فہرست ان کی منسوخ شریعت ہے۔ مثلاً خنزیر البر (خشکی کا خنزیر) کے بارے میں موقف بیان کرتے ہیں: ”حیوان شبیه بالخنزیر لكنه يتميز عنه على الأخص بعدد أنيابه وشكلها، ولحمه لذيذ الطعم.“[٣٧] (خنزیر کی مانند ایک حیوان ہے، لیکن بالخصوص اپنی کچلیوں اور شکل وصورت کی بنا پر اس سے ممتاز حیثیت رکھتا ہے اور اس کا گوشت بہت لذیذ ہے۔)

ایک اور مثال لیجیے لفظ ”الناطل“ کی تشریح کرتے ہوئے تحریر کہتے ہیں: ”كوز لكال به الخمر واللبن ونحوهما.“ [٣٨] (ایسا پیالہ جس سے شراب اور دودھ وغیرہ ماپا جاتا ہے۔) اسی طرح لفظ ”الترياقة“ کے معنی کی شرح میں رقم طراز ہیں۔ ”الخمر سميت كذلك لأنها تدفع الهموم.“ [٣٩] (شراب کو تریاقہ اس لیے کہتے ہیں کہ اس سے غم دور ہوتے ہیں۔) ”الصرد“ کا معنی بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ ”الصرد: البحت الخالص من كل شيء يقال سقاه الخمر صردًا أي صرفًا.“ [٤٠] (صرد ہر خالص چیز کو کہا جاتا ہے۔ جب کہتے ہیں: 'سقاه الخمر صردًا' تو اس کا مطلب ہے بغیر آمیزش کے پلائی ہے۔)

فعل ”اتحد“ کی مثال بیان کرتے ہیں ”اتحد الماء بالخمر“[٤١] (پانی شراب سے مل گیا۔)

٣٦- نفس مصدر، ٥٧٩۔

٣٧- نفس مصدر، ١٩٧۔

٣٨- نفس مصدر، ٨١٧۔

٣٩- نفس مصدر، ٦١۔

٤٠- نفس مصدر، ٤٢٢۔

٤١- نفس مصدر، ٤۔

اب غور کیجیے کس طرح حرام کردہ اشیا کی خصوصیات بیان کرتے ہوئے قاری کو غیر محسوس طریقے سے اس کی طرف راغب کیا جارہا ہے۔ کیا یہ سب کچھ الفاظ کی تشریح میں داخل ہے؟ کیا الفاظ کی تشریح کے لیے انھیں خمر کے علاوہ کوئی اور لفظ نہیں ملا؟

۹- اسلامی مصادر اور اسلامی شعائر کے ساتھ تعصبانہ رویہ

لوبیس مالوف نے **المنجد** میں اسلامی مصادراوراسلامی شعائر کے ساتھ تعصبانہ رویہ اپنایا ہے۔ چند ایک مثالیں ملاحظہ کریں۔

مثال نمبر ا

بسمل کے مادہ میں بسملہ کا صیغہ یوں بیان کیا گیا ہے: بسم الآب والابن و روح القدس اور اس کے بعد لکھا: و عند المسلمین : بسم الله الرحمن الرحیم[۴۲] جس سے مؤلف کی اسلامی شعائر کے ساتھ تعصبانہ رویے کی عکاسی ہوتی ہے۔

مثال نمبر ۲

قرآن کریم اسلامی مصادر کی بنیاد ہے، لیکن صاحب **المنجد** نے "قرأ" کے مادے میں صرف لفظ قرآن کا تذکرہ کیا اور بتایا یہ مصدر (قراء کا) ہے اور نزدیک یا بعید کسی طرح سے قرآن کریم کی طرف اشارہ نہیں کیا۔[۴۳]

مثال نمبر ۳

مادہ "ذکر" میں صرف کلمہ "الذکر" بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ یہ مصدر (ذکر کا) ہے۔[۴۴] اور قرآن کا ذکر نہیں کیا، حالاں کہ الذکر قرآن کریم کا ایک نام ہے۔ اس طرح کتب کے مادہ میں لفظ الکتاب کی طرف اشارہ نہیں کیا۔[۴۵]

۴۲- نفس مصدر، ۳۸۔

۴۳- نفس مصدر، ۶۱۷۔

۴۴- نفس مصدر، ۲۳۶۔

۴۵- نفس مصدر، ۶۷۱۔

یہی حال "صحف" کے مادہ میں ہے جب لفظ "مصحف" آیا تو اس کا عمومی معنی بیان کیا[۴۶] اور یہ وضاحت نہیں کی کہ اس کا اطلاق قرآن کریم پر بھی ہوتا ہے۔ مزید بر آں جہاں قرآن کریم کا تذکرہ آیا ہے، لفظ کریم یا مجید تک لکھنا گوارہ نہیں کیا، جب کہ یہود و نصاریٰ کی کتب پر کتابِ مقدس اور اسفارِ مقدسہ لکھا گیا ہے۔

مثال نمبر ۴

شھد کے مادے میں شہادت کے بہت سارے معانی بیان کیے ہیں اور شہادتین کا تذکرہ تک نہیں کیا، حالاں کہ شہادتیں اسلام کا پہلا رکن ہے، جب کہ اس مادے میں یہود کے "قبة الشهادة" کا ذکر کرنا نہیں بھولے۔[۴۷]

مثال نمبر ۵

یہودیوں اور عیسائیوں کی عیدوں کا تذکرہ بڑے اہتمام سے کیا جاتا ہے ان کے وقتوں کا تعین اور خوشی کے مختلف طریقے بیان کیے جاتے ہیں، جب کہ مسلمانوں کی عیدین کا تذکرہ صرف اشارتاً کیا جاتا ہے۔ ملاحظہ کیجیے: مادہ فطر میں "عيد المسلمين بعد صوم مضان"[۴۸] (رمضان کے بعد مسلمانوں کی عید ہے) اور عید الاضحیٰ کے بارے میں صرف "إنه يوم النحر"[۴۹] (یہ قربانی کا دن ہے) کہہ کر گزر گئے ہیں۔

مثال نمبر ۶

اسی طرح حدیثِ نبوی اور سیرتِ مطہرہ کا سرے سے اشارہ تک نہیں کیا اور نہ ان میں سے کسی کتاب ہی کا تذکرہ کیا ہے اور نہ اس کے لیے کوئی مادہ خاص کیا ہے۔

۱۰- اسلامی عقائد کو کلیتاً نظر انداز کرنا اور تحریف شدہ یا غلط معلومات درج کرنا

ہاروت و ماروت کے مادے میں بیان کیا ہے کہ یہ دونوں جادوگر تھے اور لوگوں کو فتنے میں مبتلا کرتے تھے تو اللہ تعالیٰ نے دونوں کو سزا سے دوچار کیا اور یہ بیان کیا ہے کہ ان دونوں کا ذکر قرآن میں بھی آتا ہے۔[۵۰]

۴۶- نفسِ مصدر، ۴۱۷۔

۴۷- نفسِ مصدر، ۶۰۴۔

۴۸- نفسِ مصدر، ۵۸۸۔

۴۹- نفسِ مصدر، ۴۴۷۔

۵۰- نفسِ مصدر، ۵۸۹۔

جس سے قاری کو وہم ہوتا ہے کہ اس طرح کا کلام شاید قرانِ کریم میں بھی ہے، حالاں کہ قرآنِ کریم میں بیان کردہ واقعہ اس سے بالکل مختلف ہے۔ اسی طرح اصحاب الکہف کے بارے میں لکھا ہے کہ وہ گہری نیند سو گئے اور دو سو سال بعد انھیں ہوش آیا اور ساتھ یہ دعویٰ کیا ہے کہ قرآن کریم میں اس کا ذکر ہے۔ [۵۱] حالاں کہ یہ بات غلط ہے اور قرآن اس کی تائید نہیں کرتا۔

۱۱۔ بعض غیر زیبا تصاویر

المنجد میں حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام اور ان کی والدہ محترمہ حضرت مریم علیہا السلام کی مقدس ہستیوں کی خیالی تصاویر دی گئی ہیں، ایک مرد اور عوت کو روتے ہوئے بے لباس دکھایا گیا ہے اور یہ تاثر دیا گیا ہے کہ یہ حضرت آدم عَلَیْہِ السَّلَام اور حضرت حواء علیہا السلام ہیں جنھیں جنت سے نکالا گیا ہے۔

یہ چند قابل مؤاخذہ امور ہیں۔ اس کے علاوہ بہت سے ملاحظات ہیں جن کا بیان کرنا یہاں ممکن نہیں۔ اب قاری کو فیصلہ کرنا ہے کہ وہ **المنجد** سے کس حد تک فائدہ اٹھا سکتا ہے، کیوں کہ ان مذکورہ امور کی بدولت **المنجد** قابل اعتماد ماخذ نہیں ٹھہراتا ہے۔ یہ یاد رہے کہ بعد کے نسخوں میں ان اغلاط میں سے بعض کی تصحیح کر دی گئی ہے۔ اس کے باوصف لغت کی یہ کتاب اپنی ثقاہت کھو چکی ہے۔

۵۱۔ نفسِ مصدر، ۵۲۔